احسان کا قرآنی مفہوم

عبدالرحمٰن طاہر سورتی

اسلامی تعلیمات کا تانا عدل اور بانا احسان ہے۔ ان دونوں کے بغیر نہ کوئی عمل معاشرہ میں پروان چڑھ سکتا ہے اور نہ ہی عند اللہ مقبولیت حاصل کر سکتا ہے۔ عدل میں توازن و ہم آہنگی مقصود ہوتی ہے جبکہ احسان میں جمال و کمال پر زور دیا جاتا ہے۔ عدل اگر دو چیزوں میں برابری اور مساوات کا متقاضی ہے تو احسان ان دونوں کی افادی و معنوی قوتوں اور صلاحیتوں کا حسین تجزیہ کرنے کے بعد ان کی پوری پوری قیمتوں کے ادا کرنے کا نام ہے، عدل اگر معاشرہ میں امن و سلامتی پیدا کرتا ہے تو احسان اسے پائیداری بخشنے اور مسلسل اقی رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ عدل اگر معاشرہ میں کمیت کے توافق کا ضامن ہے تو احسان اس کی کیفیت میں تطابق پیدا کرتا ہے۔

"احسان" عربی زبان کا ایک لفظ ہے جو اَحْسَنَ یُحْسِنُ کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ "ح س ن" ہے اس مادہ کے مختلف مشتقات قرآن مجید میں جا بجا اپنی چمک دمک دکھا کر قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والے کو اپنی اہمیت بتلاتے اور اپنے معانی و مطالب میں غور و تدبر کی دعوت دیتے ہیں، بالخصوص "احسان" اور اس باب کے مختلف صیغے اس انداز سے قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں کہ انہیں ایک بنیادی قرآنی اصطلاح قرار دینا ضروری ہے۔ قرآن مجید کی رو سے ہر فرد اور ہر معاشرہ پر "احسان" فرض ہے۔ آیئے ہم ایک نظر قرآن مجید کے ان الفاظ پر ڈالیں جو احسان کے مادہ سے متعلق ہیں تاکہ ہمیں احسان کا پورا مفہوم سمجھنے میں مدد مل سکے۔

حسن ضد ہے "قبح اور سوء" کی یعنی ظاہری حسن و جمال اور باطنی نفاست و لطافت، یہ صورت کسی چیز میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ موقع و محل کے لحاظ سے بھلی، آرام دہ اور با انجام و تاثیر کے اعتبار سے خوش آئند و مفید ہو، کوئی چیز اس وقت "حسن" سے پوری طرح متصف ہوگی جبکہ اس میں ظاہری نقص و عیب کے ساتھ معنوی عیوب کا شائبہ بھی نہ ہو "حسن" اضافی حیثیت بھی رکھتا ہے یعنی مختلف حالات و ظروف اور ضروریات کے لحاظ سے کسی چیز کی افادیت اور جمال و کمال کا اندازہ لگانے پر ایک ہی چیز کسی موقع پر حسن سے موصوف ہوگی اور دوسرے موقع پر وہ "حسن" کھو دے گی۔ گویا یہ لفظ اپنے ماحول و

حالات سے متاثر ہوتا رہتا ہے اور اس میں تغیر و تبدل کے لئے ایک چوکھٹے میں رہتے ہوئے وسیع امکانات ہیں۔ ایک ہی کام وسائل و آلات کی موجودگی یا عدم موجودگی کی وجہ سے حسن یا قبح سے متصف ہو جاتا ہے۔ الغرض جو چیز جس قدر حالات کے لحاظ سے خوشگوار، مفید اور کامل ہو اسی قدر وہ "حسن" سے قریب تر ہوتی جائے گی جو کام جتنا برمحل اور کمال فن کے ساتھ انجام پائے اتنا ہی وہ "حسن" اختیار کرتا جائے گا راغب اصفہانی کی رائے ہیں: "ہر بھلی خوشگوار اور مرغوب شے حسن سے متصف ہوگی خواہ اس کی یہ خوشگواری عقلی حیثیت رکھتی ہو یا خواہش نفس کی بنا پر یا حسی اعتبار سے، وہ کہتے ہیں کہ عامۃ الناس کے کلام میں نگاہ میں بھلی لگنے والی چیز کے لئے "حسن" استعمال ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید میں اس لفظ کا بیشتر استعمال بصیرت کے لحاظ سے حسن و خوشگواری پر ہوا ہے ان معانی کے ساتھ "حسن" رکھنے والی چیز کو "حَسَن" کہا جاتا ہے جس کی مؤنث حَسَنَۃ ہے۔ حَسَنَۃ کا لفظ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے اور اکثر اپنی ضد "سَیِّئَۃ" کے ساتھ مذکور ہے، تفسیر طبری میں ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ (البقرۃ: ۲) کے تحت حسنۃ الدنیا کے معنی جسمانی، معاشی اور معنوی عافیت، تکلیفوں، بیماریوں اور دکھوں سے سلامتی، پاکیزہ باعزت روزی، مال، عمدہ رزق، جسمانی صحت، معاشی خوشحالی و آسودگی مسرت و شادمانی، علم و عبادت، فہم کتاب اللہ، بیان ہوئے ہیں۔ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں صحت، امن و سلامتی، آسودگی، بالقدر کفایت ہونا یعنی دوسروں کی محتاجی سے بے نیازی، نیک اولاد، نیک بیوی، دشمنوں پر غلبہ اور فتح و نصرت، سرسبزی و شادابی اور رزق میں فراوانی و کشائش کئے ہیں، پھر وہ لکھتے ہیں کہ یہ ہمہ گیر لفظ ہے اور اس میں دنیا و آخرت کے وہ تمام مطالبات اور تقاضے شامل ہیں جو انسانوں کو درکار ہوں، دنیا میں بہتر سے بہتر اور آخرت میں بہتر سے بہتر صوفیاء نے حسنہ سے مراد آخرت میں وصل مع الحق قرار دیا ہے، دیکھئے تفسیر تستری۔ یہ لفظ ان تمام چیزوں پر حاوی ہے جو فائدہ بخش اور منفعت دینے والی ہوں اور تکلیفیں دور کرتی ہوں۔ قرطبی اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت حسنۃ کے معنی خوبصورت عورت، صحت و تندرستی، مال کا اتنا ہونا کہ ضرورتیں اور احتیاج باقی نہ رہے، علم و عبادت دنیا و آخرت کی نعمتیں لکھتے ہیں۔ دیگر مفسرین بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ اس کی ضد سیئۃ ہے جس کے معنی تنگی بدحالی، قحط سالی، آزمائش و بلا، سزا، ناپسندیدہ و ناگوار شے مصیبت و آفت، شکست و ہزیمت ہیں، اس سے بھی حسنہ کے خوشگوار پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔

"حسن" کے مذکورہ معانی میں جمال و عمدگی، کمال و خوشگواری افادیت و نفع بخشی، انجام کی ... سری

حالات و مقتضیات سے ہم آہنگی کے ساتھ اپنی حدود میں تغیر و تبدل کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔

احسن ایسی چیز یا ایسے کام کو کہا جائے گا جس میں حسن کا مفہوم مقابلتہً زیادہ ہو یا پھر سب سے زیادہ ہو اس کا مؤنث حسنیٰ ہے۔ جب کوئی کام حسن کیساتھ بطریق احسن انجام دیا جائے تو اسے "احسان" کہتے ہیں اس سے فعل اَحْسَنَ یُحْسِنُ ہے اور اس کا فاعل مُحْسِن ہے جس کی جمع مذکر مُحْسِنُون و مُحْسِنِین" ہے اور جمع مونث "محسنات" ہے۔

"حسن" کے ان مشتقات اور ان کے معانی پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عقل اور علم و فہم سے کام لئے بغیر احسان نہیں کیا جا سکتا۔ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں الاحسان التحسین والتکمیل احسان کے معنی حسین اور بہتر بنانا نیز تکمیل کرنا یعنی کسی کام میں کوئی کمی باقی نہ رہنے دینا ہیں پھر وہ لکھتے ہیں احسن الی فلان کے معنی ہیں کسی تک ایسی چیز کو پہنچانا جس سے وہ نفع حاصل کرے۔ قرطبی کہتے ہیں حضرت جبریل کی وہ حدیث جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماالاحسان ؟ دریافت کیا تھا یعنی احسان کیا ہے اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ "احسان یہ ہے کہ تم اپنے رب کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو اگر یہ ممکن نہ ہو تو اتنا ذہن میں رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے" میں احسان کا مفہوم عبادت کو خوب سُدگی اور خوش اسلوبی و کمال کے ساتھ انجام دینا ہے اور اس کے تمام لوازم کو پورا پورا ادا کرنا، یہاں قرطبی احسان کے معنی تحسین و تکمیل کے ساتھ "اتقان" بھی بتاتے ہیں یعنی کسی کام کو پوری مہارت و حذاقت اور پختگی سے انجام دینا۔ [1]

از روئے قرآن "احسان" فرض ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان۔ (النحل ۱۶ : ۹۰)۔

کسی کام کو خوبصورت انداز سے انجام دینے کے فریضے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بڑی اہمیت رکھتی ہے آپؐ فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل کتب الاحسان	بے شک اللہ عزوجل نے ہر چیز پر احسان فرض کیا
علی کل شیء، فاذا قتلتم فأحسنوا	ہے سو جب تم کسی کو جان سے مارنے لگو تو قتل
لقتلة، واذا ذبحتم فأحسنوا	کرنے میں بھی احسان کرو اور جب تم ذبح کرنے لگو

[1] ۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۰ ص ۱۶۰، اس کی تائید کے لئے زمخشری کی تفسیر کشاف میں سورۃ یوسف کی ۲۲ ویں آیت کی تفسیر دیکھئے جہاں کذلک نجزی المحسنین کی شرح میں محسنا فی عملہ متقنا ...... ہے۔

الذبحة، وليحد احدكم شفرته ، وليرح ذبيحته۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۲۳ - ۱۲۵)	تو ذبح کرنے میں بھی احسان کرو تم میں سے ایک کو چاہئیے کہ وہ ذبح کرنے کے لئے اپنے چاقو یا چھری کے پھل کو تیز دھار کرلے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دے۔

یہ حدیث قرآن مجید کے "احسان" کی عمدہ تفسیر بیان کر رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ "احسان" ہر کام پر فرض ہو جاتا ہے اس لئے کہ اللہ نے احسان فرض کیا ہے اور احسان یہ ہے کہ جو کام کیا جائے اس کو بحسن و خوبی اور بکمال خوش اسلوبی سرانجام دیا جائے، یہاں پھر آپ کی نگاہ وقت کی طرف تمام فکری و عملی ترقیوں کی طرف اُٹھ جائے گی جو کسی کام کو بہتر اور کمال کے ساتھ انجام دینے میں مددگار ہوں اور آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ فریضۂ احسان، ذہنی چستی، جدید ترین معلومات سے واقفیت، اور بہتر سے بہتر طریقہ پر کام کو انجام دینے کا کس قدر متقاضی ہے۔

احسان افساد کے اور محسن مُفسد کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے، بدنظمی، انتشار و پراگندگی فساد ہے اور جو معاشرہ کے نظام کو خراب کرنا چاہتے ہیں وہ مفسد کہلاتے ہیں، ان اللہ لا یحب المفسدین (القصص ۷۷ : ۲۸) بے شک اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا، اس کے بالمقابل قرآن مجید میں ہے، ان اللہ یحب المحسنین، بے شک اللہ حسن کاروں یا راست باز انسانوں کو پسند کرتا ہے۔

"احسان" کے لئے خوب سے خوب تر کو اختیار کرتے رہنا اور بہتر سے بہترین کی طرف پیشقدمی کرتے رہنا لازمی ہے۔ اس چیز کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کے دو لفظ جو خوب سے خوب تر اور بہتر سے بہترین کی ترجمانی کرتے ہیں بہت مددگار ہیں، ایک "احسن" دوسرا اس کا مونث "حُسنیٰ" جن کا مطلب حسین ترین، کامل ترین، بہترین اور خوب ترین ہے، یہ الفاظ مسلسل خوب سے خوب تر کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور اس قدیم فکر و عمل کو چھوڑ کر جو اپنے سے بہتر فکر و عمل کے مقابلہ میں "حسن" بن جاتا ہے۔ "اَحسَن" یعنی بہترین و مفید ترین کو اختیار کر لینے کی ہدایت کرتے ہیں۔ "حسن" سے "احسن" اختیار کرنے کے لئے علم و فکر اور عقل و تجربہ سے کام لیتے ہوئے تنقید بھی ضروری ہے اور تغیر احوال کے لئے دل کھلا رکھنا بھی۔ آباء و اجداد کی تقلید کرتے ہوئے طرز کہن پہ اَڑنا اور آئین نو سے ڈرنا "احسن" تک نہ پہنچنے کے مترادف ہے۔

قرآن مجید کے نزدیک اس کائنات کی تخلیق اور اس میں انسان کی پیدائش پھر زمین پر تمام زیب و زینت کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان "احسن" عمل کرے۔ یعنی بہتر سے بہترین، آیات کریمہ ملاحظہ ہوں۔

ھوالذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا ۔ (ھود ۱۱ : ۷)
اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں کی۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون حسین تر عمل کرنے والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا (الکھف ۱۸ : ۷)
ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس (زمین) کے لئے آرائش و زینت بنایا تاکہ ان سب کی آزمائش کریں کہ ان میں سے کون سب سے اچھا (احسن) عمل کرنے والا ہے۔

تیسری جگہ ہے :

الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (الملک ۶۷ : ۲)
جس نے موت و حیات بنائی تاکہ تمہاری آزمائش کرے تم میں سے کون بہترین (احسن) عمل کرنے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات ابھر کر واضح ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسانوں کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ وہ یہاں خود حسین بننے اور معاشرہ و کائنات کو زیادہ سے زیادہ حسین بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، محض "حسن" پہ اکتفا کرنا اور "احسن" کی تلاش یا احسن عمل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جدوجہد نہ کرنا قرآن مجید کی نظر میں کوئی قابل ستائش عمل نہیں۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ صرف حسن نہیں بلکہ "احسن" عمل کے لئے قرآن مجید میں اَحْسَنَ یُحْسِنُ کا فعل استعمال ہوتا ہے اور اسی انداز سے عمل کرنے والے مُحْسِن اور مُحسِنون یا مُحْسِنِین کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ اَحْسَن کی تلاش میں عقل و فکر کو کام میں لایا جاتا ہے، بقول اقبالؒ :

عروجِ آدمِ خاکی ز تازہ کاری ہاست ‌ ‌ مہ و ستارہ کنند آنچہ پیش ازیں کردند

"حسن" پرانی ڈگر پر لگے رہنے میں بھی مل سکتا ہے، جبکہ قرآن مجید کی نظر میں اپنی عقل و فکر سے کام نہ لینا اپنے اوپر رشد و ہدایت کا دروازہ بند کر لینا ہے۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس نکتہ کو قرآن مجید کی آیت :-

اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا (الاحقاف ۴۶ : ۱۶)
یہی لوگ ہیں کہ جن کے اعمال میں سے "احسن" ہم قبول کرتے ہیں۔

کی تشریح میں کس عمدگی سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

الاحسن ما یقتضی الثواب من الطاعات	طاعات اور فرمانبرداریوں میں جو مستوجب ثواب
ولیس فی الحسن المباح ثواب ولاعقاب	ہیں وہ "احسن" اعلیٰ ہیں اور "حسن" مباح میں نہ
(الجامع الاحکام القرآن للقرطبی، ج ۱۶، ص: ۱۹۲)	ثواب ہے نہ سزا۔

قرآن مجید کی ایک آیت نہایت صراحت سے اعلان کر رہی ہے کہ خوشخبری، ہدایت اور عقل مندی ان لوگوں کے لئے ہے جو ہر بات میں "احسن" معلوم کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فبشر عباد الذین یستمعون القول	میرے ان بندوں کو خوشخبری دیدو جو بات کو بغور
فیتبعون احسنه، اولئك الذین	سنتے ہیں پھر اس میں سے "احسن" کی پیروی کرتے ہیں
هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب	یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی دانشمند ہیں
(الزمر[۳۹] : ۱۷، ۱۸)	

تفسیر کشاف میں اس آیت کے تحت زمخشری لکھتے ہیں:

اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ دین کے بارے میں نقاد بن جائیں اور وہ حسن و احسن، نیز فاضل و افضل میں امتیاز کرنے لگیں۔ (الکشاف ج ۴ : ۱۲۰)

خود اللہ تعالیٰ کے "الاسماء الحسنیٰ" ان تمام صفات پر مشتمل ہیں جو ایک معاشرہ کو متوازن و حسین بنانے کے لئے ضروری ہیں،

قرآن مجید میں حکم ہے:

احسن كما احسن الله اليك	تم بھی اسی طرح احسان کرو جس طرح اللہ نے تمہارے
(القصص[۲۸] : ۷۷)	ساتھ احسان کیا ہے۔

یہ تعلیم صفات حسنیٰ کو اپنانے پر زور دے رہی ہے۔

یہ احسان احسان کے عوض بھی ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے هل جزاء الاحسان الا الاحسان (الرحمٰن[۵۵] : ۶۰) یہ اللہ کا احسان پر بندہ کا جوابی احسان بھی ہے، احسن كما احسن الله اليك (القصص[۲۸] : ۷۷) اللہ کی صفت احسان کو اپناتے ہوئے خلق خدا کے ساتھ احسان کرنا اور یہ عمل احسان بہرحال فرد، جماعت معاشرہ اور تمام انسانیت کے لئے ہوگا، ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اسأتم فلها (بنی اسرائیل[۱۷] : ۷) "اگر تم احسان کروگے تو اپنے بھلے کے لئے احسان کروگے اور اگر تم برا کروگے تو اپنے ہی لئے"۔ یہ احسان ہر ناخوشگوار شے، تکلیف دہ امر، انسانیت کو ترقی کی راہ سے روکنے والے عوامل کے ازالہ سے بھی ہوتا ہے، ارشاد

باری تعالیٰ ہے: اِدفع بالتی ھی احسن السیئۃ (المومنون: ۸۷) "تناخوشگواری اور برائی کا ایسے طریقہ سے ازالہ کرو جو "احسن" ہو"۔ اسی طرح، واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا (النساء: ۸۵) "اور جب بھی تمہیں جیتے رہنے کی دعا دی جائے تو تم اس سے بہتر (احسن) دعا دو یا اسے ہی لوٹا دو۔"

قرآن مجید میں "اتباع بالاحسان" کی تلقین کی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اسلاف کی اندھا دھند پیروی نہ کی جائے، جس طرح وہ توحید کے بلند مقصد کو سامنے رکھ کر اپنے ماحول اور حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اقدامات کرتے تھے اسی طرح بعد میں آنے والوں کا فریضہ ہے کہ وہ بلند مقصد کو نصب العین بنا کر اپنے حالات اور زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آگے بڑھتے جائیں، ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہوتے ہیں۔

یہ احسان بلاقید مذہب وملت اور بلا امتیاز نسل و رنگ ہر ایک سے کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، بالخصوص معاشرہ کے اس عنصر کے ساتھ جس میں کسی قسم کی کمی ہو جس کی وجہ سے وہ حسن و حسنۃ یا احسن سے مستفید نہ ہو رہا ہو مثلاً والدین، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان جن میں سے ہر ایک اپنے مخصوص حالات و احتیاجات میں مختلف قسم کے احسانات کے ضرورت مند ہوتے ہیں تاکہ ان کی کمی اور نقص کی تلافی ہو سکے اور کمال کو پہنچیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے معاشرے کے کمزور اور دکھی انسانوں کی حالت سدھارنے کے لئے "احسان" کی خدائی تعلیم کے تحت عورتوں، بچیوں، لونڈیوں اور غلاموں کی بنیادی ضروریات پورا کرنے اور انہیں معاشرہ کا مفید عنصر بنانے کے لئے خصوصی ہدایات فرمائیں، ایک حدیث میں آپ نے تین آدمیوں کے لئے دوگونہ اجر کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ورجل کانت عندہ امۃ فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا۔	ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اس کی خوش اسلوبی سے تربیت کرے بہتر طریقے سے اُسے تعلیم دے پھر اُسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے۔

ملاحظہ کیجئے کنیز کے بارے میں یہ ہے احسان کہ اسے ادب و ثقافت اور تعلیم سے مزین کر کے اپنے برابر بنا لے۔ اس سے قیاس کیجئے کہ رسول کریم آزاد معاشرہ میں عورت کو کس قدر بلند کرنا چاہتے تھے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمٍ اَوْ یَتِیْمَۃٍ کنت آنا وھو فی الجنۃ کَھَاتَیْنِ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۵)

اور جس نے کسی یتیم (مرد یا عورت) کے ساتھ احسان کیا تو جنت میں وہ اور میں ان دو (قریبی انگلیوں) کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں احسان سے مراد کچھ مدد کر کے یا دے دلا کر رخصت کر دینا نہیں بلکہ معاشرہ کے ان کمزور اور بے یار و مددگار افراد کی پوری پوری کفالت کر کے ان کو معاشرہ کے لئے مفید بنا دینا اور معاشرہ کے دیگر افراد کو باہم مساوی اور برابر بنا دینا مطلوب ہے۔

قرآن مجید کی آیت "ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ" عمومی حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا: ہر برائی و ناخوشگواری کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اس کی تلافی بھلائی اور خوشگواری سے کر دیا کرو۔ گویا جہاں بھی خرابی، کسی قسم کی کمی، بدحالی، ابتری، انتشار، پریشانی اور دکھ یا برائی ہو اسے ہٹا کر اس کی جگہ خوشگواریاں پیدا کرنا امن و سلامتی برقرار رکھنا مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ جہالت، بیماری، بھوک، بیکاری خوف، فتنہ و فساد سب ہی سیئۃ ہیں اور ان 'سیئات' کا حسنات سے ازالہ کرتے رہنا اسلامی معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔

یہ احسان ہر شخص پر ہر کام کے انجام دینے میں فرض ہے۔ ایک ڈاکٹر جب تک اپنے مریضوں کی بہتر دیکھ بھال اور زیادہ مناسب علاج نہ کرے اور اپنے فن میں کمال حاصل نہ کرے وہ احسان نہیں کرے گا، اسی طرح اپنے مریضوں سے احسن کرنے کے لئے اسے جدید ترین طریقوں، جدید ترین تحقیقات اور جدید ترین ادویہ کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کرنا ہوگی، گویا احسان کرنے کے لئے اپنے موضوع سے متعلق جدید ترین معلومات حاصل کر کے کمال تک پہنچنا اور مسلسل جدوجہد کرتے رہنا ضروری ہے، یہی اصول زراعت، تجارت، صنعت، علوم و فنون، تعلیم اور ٹیکنالوجی الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں احسان کے سمجھنے میں مددگار ہوگا۔ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے ادا کرنا ان کے بارے میں پوری معلومات رکھنا، انہیں ادا کرنے میں مناسب اور بہتر وسائل اختیار کرنا احسان ہے، احسان کا تعلق ہر فرد و جماعت اور ہر کام سے ہے، اور پھر ہر فرد اور جماعت سے یہ توقع بھی ہے کہ وہ احسان کے بدلہ میں احسان کرتا رہے۔ ذرا اس معاشرہ کا اندازہ لگائیے جس میں ہر فرد اور جماعت باہمدگر احسان کا تبادلہ کرتے رہتے ہوں کیا اس معاشرہ میں کہیں کوئی خامی، نقص یا خرابی کے باقی رہنے کا امکان ہے؟ یقیناً یہ معاشرہ اپنی تمام صلاحیتوں سے کام لے کر مسلسل خوب سے خوب تر کی طرف رواں رہے گا۔